چودھویں صدی کا شیخ الحدیث

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نوّر اللہ مرقدہ کے منہج تدریس پر ایک یادگار اور نایاب تحریر

مولانا محمد قاسم علی صاحب بجنوری

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات میں جناب باری تعالیٰ نے وہ تمام خصوصیات اور کمالات جمع فرمائے تھے جن سے ایک ذات قدسی صفات کو آراستہ ہونا چاہیے۔آپ کی جامع کمالات شخصیت کو دنیا مختلف پہلوؤں سے پہچانتی ہے، چونکہ آپ کی ذات علم وعمل، شریعت وطریقت کا مجمع البحرین تھی، آپ کا قلب حامل شریعت اور آپ کا عمل تفسیر شریعت تھا۔آپ کے فضائل علمیہ اور کمالات باطنیہ کی صحیح اطلاع یا تو خداوند قدوس ہی کو ہوسکتی ہے یا اُن اولیاء کرام اور علمائے ربانیین کو ہوسکتی ہے جن کو مبدأ فیض نے چشم بصیرت عطا فرمائی ہے، ہم جیسے کور چشم آپ کی ذات قدسی صفات کو کیا پہچان سکتے ہیں؟ دل نہیں مانتا اور مجبور کرتا ہے کہ جس قدر بھی ان ناقص آنکھوں نے دیکھا ہے اس کو بیان کیا جائے.....لہٰذا تذکرہ کے طور پر تسکین قلب کے لئے چند سطریں تحریر کی جاتی ہیں۔

اَحقر نے چونکہ آپ کے حلقہ درس میں کچھ تھوڑا سا زمانہ گزارا ہے اور آپ کی زبان فیض ترجمان سے قال اللہ و قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات سنی ہیں اور آپ کو علوم نبویہ کی مسندِ رفیع پر ان کی نشر واشاعت کرتے ہوئے دیکھا ہے لہٰذا اس موضوع پر کچھ خامہ فرسائی کرنے کی جسارت کی جارہی ہے۔

ابتدائی تعلیم:

آپ کی اِبتدائی تعلیم ٹانڈہ (ضلع فیض آباد) میں ہوئی چونکہ آپ کے والد مرحوم کو اولاد کی تعلیم وتربیت کا غیر معمولی اور بہت زیادہ خیال تھا، اس وجہ سے آپ کی ابتدائی تعلیم بہت عمدہ ہوئی۔قاعدہ بغدادی جناب والدہ مرحومہ کے پاس پڑھا، پانچویں سپارہ تک والدہ مرحومہ تعلیم دیتی رہیں اور اس کے بعد سے آخر تک والد مرحوم سے پڑھا۔ اس کے بعد فارسی پڑھی، پھر اسکول میں داخل ہوگئے اور حساب، جبر ومقابلہ، اقلیدس، جغرافیہ، تاریخ، مساحت عملی، اردو، فارسی......ان علوم میں ۱۲ سال کی عمر میں مہارت حاصل کی۔

روانگی دیوبند و آغاز عربی:

اوائل صفر ۱۳۰۹ھ میں آپ دیوبند تشریف لائے اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے سامنے کوٹھی کے کمرہ میں اقامت فرمائی اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے فرمانے پر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے 'میزان الصرف' شروع کرائی۔ اس طرح سے آپ کی عربی تعلیم کا آغاز ہوا۔

دارالعلوم دیوبند میں علمی استفادہ:

آپ نے صفر ۱۳۰۹ھ سے شعبان ۱۳۱۶ھ تک دارالعلوم دیوبند میں رہ کر علمی استفادہ ماہر اساتذہ سے کیا۔ آپ نے اوقات مدرسہ کے علاوہ خارج اوقات میں بہت سی کتابیں اساتذہ سے پڑھیں اور بہت محنت و توجہ سے علوم کو حاصل کیا۔ اس شغف اور پابندی کو دیکھ کر اُساتذہ کرام نے اپنی عنایتیں زیادہ سے زیادہ مبذول فرمائیں، چنانچہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ دارالعلوم دیوبند کے شیخ التدریس تھے اور آپ کے درس میں اُونچی کتابیں رہتی تھیں لیکن آپ کو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی کتابیں بھی پڑھائیں اور اکثر کتابیں باوجود مصروفیات کے خارج اوقات مدرسہ پڑھائیں۔ آپ ہمیشہ امتحان میں اعلیٰ اور نمایاں نمبروں سے پاس ہوتے رہے۔ ہر پرچہ امتحان کے مفروضہ نمبر اگر ۲۰ ہوتے تو ۲۱، ۲۲، ۲۳ نمبر حاصل فرماتے تھے اور نمبر مفروضہ ۵۰ ہوتے تو ۵۱، ۵۲، ۵۳ نمبر حاصل فرماتے اور صدرا کے امتحان میں تو آپ نے ۵۷ نمبر حاصل کیے۔

اساتذہ کرام:

آپ نے ساڑھے چھ سال کی مدت میں دارالعلوم دیوبند میں سترہ فنون کی سڑسٹھ کتابیں اپنے مشفق اُساتذہ کرام سے پڑھیں، تفصیل اس طرح پر ہے:

۱:۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے مندرجہ ذیل کتابیں پڑھیں:

دستور المبتدی، زرّادی، زنجانی، مراح الارواح، قال اَقول، مرقات، تہذیب، شرح تہذیب، قطبی تصدیقات، قطبی تصورات، مجسطی، مفید الطالبین، نفحۃ الیمن، مطول، ہدایہ اَخیرین، ترمذی شریف، بخاری شریف، ابو داوٗد شریف، تفسیر بیضاوی شریف، نخبۃ الفکر، شرح عقائد نسفی، حاشیہ خیالی، موطا امام مالک، موطا امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ۔

۲:۔ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فصول اکبری۔

۳:۔ حضرت عبدالعلی صاحب مرحوم مدرس دارالعلوم دیوبند سے مسلم شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف، سبعہ معلقہ، حمد اللہ، صدرا، شمس بازغہ، توضیح تلویح، تصریح۔

۴:۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم مدرس دارالعلوم دیوبند سے تلخیص المفتاح۔

۵:۔حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب مرحوم مدرس دارالعلوم دیوبند سے پنج گنج، صرف میر، نحو میر، مختصر المعانی، سلم العلوم، ملاحسن، جلالین شریف، ہدایہ اولین۔

۶:۔حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دارالعلوم دیوبند سے شرح ملا جامی، بحث فعل کافیہ، ہدایۃ النحو، منیۃ المصلی، کنز الدقائق، شرح وقایہ، شرح مائۃ عامل، اُصول الشاشی۔

۷:۔حضرت مولانا غلام رسول صاحب مرحوم مدرس دارالعلوم دیوبند سے نور الانوار، حسامی، قاضی مبارک شمائل ترمذی شریف۔

۸:۔حضرت مولانا منفعت علی صاحب مرحوم سے میر زاہد رسالہ، میر زاہد، ملا جلالی، میبذی، خلاصۃ الحساب رشیدیہ، سراجی۔

۹:۔حضرت مولانا الحافظ احمد صاحب مرحوم سے شرح ملا جامی بحث اسم۔

۱۰:۔حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم سے مقامات حریری، دیوان متنبی۔

۱۱:۔حضرت مولانا صدیق احمد صاحب مرحوم (برادر بزرگ شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہما) سے میزان الصرف، ایسا غوجی، منشعب۔

۱۲:۔۱۳۱۶ھ میں جبکہ آپ اکثر کتب درسیہ سے فارغ ہو چکے تھے تو آپ کے والد صاحب مرحوم نے مدینہ منورہ کے سفر کا ارادہ کیا چونکہ آپ کی بعض کتب اَدبیہ باقی رہ گئی تھیں، اس وجہ سے آپ سفر کے لئے تیار نہ تھے، اس وجہ سے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد باوجود انتہائی مشغولیت کے آپ نے ادبیات کی باقی ماندہ کتب کی تکمیل مدینہ منورہ کے مشہور اور معمر ادیب مولانا الشیخ آفندی برادہ رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔

زمانہ طالب علمی میں خصوصی شغف:

ابتداء میں آپ کو منطق اور فلسفہ سے بہت شغف رہا، چنانچہ صدرا کے امتحان میں آپ نے ۵۷ نمبر حاصل کیئے۔ پھر آپ کو علم ادب سے شغف ہوگیا، یہاں تک کہ آپ کو مقامات حریری، دیوان متنبّی، سبعہ معلقہ کے قصائد اور عبارتیں اَزبر ہو گئیں۔اس کے بعد علم حدیث سے خصوصی شغف ہوا، اس طرح آپ کا دور طالب علمی علم حدیث کے انہماک ہی میں ختم ہوا، پھر یہ شغف بعد میں اس قدر بڑھا کہ آپ کی تمام عمر خدمتِ حدیث میں گزری۔اَواخر ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ میں مناسک حج وغیرہ سے فراغت کے بعد جب مدینہ منورہ کو روانگی ہوئی تو منزل 'راغب' کی شب میں آپ کو سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے پہلی زیارت باسعادت نصیب ہوئی۔آپ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر قدموں میں گر گئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا مانگتا ہے؟ تو آپ نے عرض کیا

جو کتابیں میں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہو جائیں اور جو نہیں پڑھی ہیں ان کے متعلق اتنی قوت ہو جائے کہ مطالعہ میں نکال سکوں۔ جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: "یہ تجھ کو دیا"۔ یہ اسی علمی شغف کا نتیجہ تھا کہ آپ نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے علم ہی کو طلب کیا اور آقائے نامدار نے آپ کو یہ نعمت عطا فرمائی۔ اس علم کے ساتھ ساتھ آپ کی ذات قدسی صفات علم وہبی سے بھی آراستہ و پیراستہ ہوگئی۔

مدینہ منورہ میں درس و تدریس:

اَواخر شعبان المعظم ۱۳۱۶ھ میں آپ علوم سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ پہنچے۔ اس زمانے میں حرم محترم مسجد نبوی علیہ السلام میں اکثر علماء اعزازی طریقہ پر درس دیتے تھے، چنانچہ عرب اور ہندوستانی طلباء کی پیہم خواہش پر آپ نے مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں درس کا سلسلہ شروع فرمایا اور شوال ۱۳۱۸ھ تک آپ کا حلقہ درس ابتدائی پیمانہ پر رہا۔ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ میں آپ ہندوستان تشریف لائے اور ماہ محرم ۱۳۲۰ھ میں مدینہ منورہ واپس ہوئے، اس کے بعد آپ کا حلقہ درس بہت وسیع ہو گیا اور طلبہ کا ایک جم غفیر آپ کے گرد جمع ہو گیا۔ اہلِ علم میں عموماً اور علمائے حجاز میں خصوصاً حسد اور رَقابت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، اس لئے جب کوئی عالم آتا ہے تو اس کی طرف آنکھیں بہت اٹھتی ہیں، علمائے ہند چونکہ عربی بولنے کے عادی نہیں ہوتے اس لئے بسا اوقات شکست کھا جاتے ہیں اور ان کے لئے میدان امتحان و امتیاز میں پیش قدمی کرنا ممکن نہیں ہوتا، چنانچہ جب علوم میں جد و جہد کرنے والے مشرقِ وسطیٰ، افریقہ، چین، الجزائر، شرق الہند کے تشنگانِ علوم کا اس قدر ہجوم ہوا اور حلقہ ہائے درس میں اس کی مثال نہیں ملتی تھی اور آپ کے زیر درس درسیات ہند کے علاوہ مدینہ منورہ، مصر، استنبول کے نصاب کی کتابیں مثلاً اجرومیہ، دھلان، کفرادی، الفیہ، ابن عقیل، شرح الفیہ، ابن ہشام، شرح عقود الجمان، رسالہ اِستعارات، رسالہ وضعیہ للقاضی عضد، ابن حجر ملتقی الابحر، دُرَر، شرح جمع الجوامع للسبکی، شرح مستصفی الاصول، ورقات، شرح منتہی الاصول مسامرہ، شرح مسامرہ، شرح طوالع الانوار، جوہرہ الفیتہ (اصول حدیث) بیقونیہ و دیگر رسائل اصول حدیث وغیرہ ...... یہ کتابیں تھیں۔ آپ کا علمی حلقہ ترقی کرتا گیا اور اَفاضہ و استفاضہ کا حلقہ وسیع ہوتا رہا، تو لامحالہ دیگر علماء میں رَشک و رقابت پیدا ہوئی۔ آپ کے حلقہ درس پر لوگوں کی نظریں اٹھتیں اور تنقیدات کا ارادہ کیا گیا مگر ان لوگوں کو اس میں کامیابی نہ ہوئی، چونکہ آپ کی تعلیم جید اور ماہر فن اساتذہ کے ذریعہ ہوئی اور پھر قدرت نے آپ کو دماغ و ذکاوت اور حفظ کا وہ اعلیٰ درجہ عطا فرمایا تھا کہ جس کی نظیر خود آپ ہی تھے، نیز آپ کوئی سبق بغیر مطالعہ کے نہ پڑھاتے تھے اور دن و رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف تین گھنٹے آپ آرام فرماتے اور بقیہ وقت درس و مطالعہ میں گذرتا۔ اِدھر آپ کی عربی تقریر صاف شستہ اور برجستہ تھی، استعداد کامل، مزید برآں محنت شاقہ فرماتے، نیز آپ نے درس میں

''علمائے خیر آباد'' کا طریقہ اختیار فرمایا اور دوران درس اپنے سامنے کبھی کتاب نہ رکھتے، بلکہ طالب علم کی قراءت کے بعد مسائل پر تقریر فرماتے حالانکہ علمائے مدینہ نہ صرف کتابوں کو دوران درس سامنے رکھتے تھے بلکہ اس کی شرح بھی ہاتھ میں لے کر پڑھاتے تھے اور تقریر کے وقت عبارت شرح یا حاشیہ کی سنا دیتے تھے۔

چنانچہ آپ نے اسی طرح روزانہ چودہ پندرہ اَسباق کا درس دیا جن میں کتب عالیہ حدیث وتفسیر، عقائد و اُصول بھی شامل تھیں اور ۱۳۲۶ھ تک مسلسل اور اس کے بعد بھی یہ سلسلہ اسی شان کے ساتھ قائم رہا۔ ان وجوہ کی بنا پر آپ کی دھاک بیٹھ گئی اور سب آپ کی علمی قابلیت کے معترف ہوگئے اور سب کو آپ کی مہارت تامہ کا قائل ہونا پڑا۔ اس شان دار ترقی میں جہاں ان مادی اسباب کو دخل ہے، وہاں اصلی وحقیقی سبب پر بھی آپ نے عمل فرمایا یعنی توجہ الی اللہ!...... چنانچہ آپ مواجہ شریف نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں حاضر ہوکر بہت روئے اور ان علوم دینیہ کے حاصل ہونے کی درخواست پیش کی اور آپ نے اپنی بے بضاعتی کا شکوہ کیا، دیر تک اسی حالت گریہ میں رہے اور واپس ہوئے، چند ہی قدم چلے تھے کہ قلب میں واقع ہوا لاتقنطوا من رحمۃ اللّٰہ!...... چنانچہ حق تعالیٰ نے آپ کو حجاز میں عزت وجاہ وہ عطا فرمائی جو ہندی علماء کو کیا بلکہ یمنی، شامی، مدنی علماء کو بھی حاصل نہیں تھی، آپ کی شہرت عرب سے تجاوز کرکے دیگر ممالک تک پہنچ چکی تھی اور آپ کو ۲۴ سال کی عمر میں 'شیخ الحرم' اور 'شیخ العرب والعجم' کے معزز القاب کے ساتھ سرفراز کیا گیا اور ان اَطراف میں آپ ان القاب کے ساتھ مشہور ومعروف ہوگئے......

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

صدارت دارالعلوم دیوبند:

۱۳۲۶ھ میں ایک ایسے مجمع میں جس میں دارالعلوم کی علمی ترقی پر غور وخوض ہو رہا تھا، حضرت مولانا حافظ احمد صاحب قدس اللہ سرہ نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اگر مولوی انور شاہ صاحب کشمیری، مولوی سہول بھاگلپوری، مولوی سید حسین احمد مدنی، مولوی عبد الصمد کرت پوری وغیرہ یہ حضرات یہاں آکر جمع ہوجاتے تو دارالعلوم کی علمی ترقی بڑے اعلیٰ پیمانہ پر ہوتی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بہت پسند فرمائی اگرچہ اس بارہ میں سکوت فرمایا لیکن کیا باطنی تصرف کیا کہ یہ سب اَشخاص بغیر کسی ظاہری جدوجہد کے یکے بعد دیگرے دیوبند پہنچ گئے، لیکن مبداء فیاض کو حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے دوسرے وقت عظیم الشان کام لینا تھا لہٰذا آپ مستقل طور پر دارالعلوم سے متعلق نہ رہ سکے چنانچہ جب حافظ احمد صاحب وشیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش کے پورا ہونے کا وقت آیا تو خداوند قدوس نے ۱۳۴۶ھ میں مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو دارالعلوم دیوبند کی رفیع مسندِ علم پر مستقل

طور سے جلوہ افروز فرمایا اور دارالعلوم دیوبند نے آپ کی سرپرستی میں جو علمی ترقی کی ہے، وہ ظاہر ہے۔ دارالعلوم کی مسند علم پر دوسرے اکابر علماء محدثین عظام جلوہ افروز رہے اور اس دور میں بھی دارالعلوم کے دارالحدیث میں حدیث کی شمع روشن ہوئی اور اس پر جاں نثار پروانے آئے اور انہوں نے اپنی جان شمع حدیث پر نثار کی لیکن خدا گواہ ہے کہ اس مدنی محدث نے جب شمع حدیث روشن کی تو اس پر اس قدر پروانوں کا ہجوم ہوا اور دارالحدیث علم وعرفان کے تابناک ستاروں سے اس قدر جگمگایا کہ دیوبند کی تاریخ میں اس کی نظیر ممکن نہیں۔

درس حدیث:

۱۳۴۶ھ سے قبل آپ نے دارالعلوم دیوبند میں مختلف اوقات میں متعدد اونچی کتابوں کا درس دیا اور ہزاروں تشنگان علوم کو سیراب کیا لیکن ۱۳۴۶ھ سے آپ نے مستقل طور پر درس حدیث ہی دیا۔ ۳۱ سال کا یہ عرصہ دارالعلوم میں علوم نبویہ کی خدمت میں گزارا۔ آپ نے صحاح ستہ میں امام بخاریؒ (متوفی ۲۵۶ھ) کی صحیح بخاری اور امام ابوعیسیٰ ترمذی (المتوفی ۲۷۹ھ) کی سنن ترمذی ان دو کتابوں کو اپنے درس کے لیے منتخب کیا۔

صحیح بخاری کی وجہ انتخاب تو ظاہر ہے کہ وہ بالاتفاق اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے، رہا سنن ترمذی کو بقیہ کتب صحاح ستہ کی بجائے زیر درس رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ سنن ترمذی کی چند خصوصیات ہیں جو بقیہ کتب صحاح ستہ میں نہیں ہیں۔

خصوصیات سنن ترمذی:

روایات کو بیان کرنے کے بعد ان کے درجہ کو مصنف ذکر کرتا ہے یعنی صحیح، حسن، غریب وغیرہ۔ رُوات کے سلسلہ میں جرح و تعدیل کرتا ہے، اگر کسی راوی میں کوئی کمزوری ہے تو اس کو ذکر کرتا ہے۔ اَحادیث میں اگر کوئی لفظ نادر غریب الاستعمال آتا ہے تو اس کے معانی ذکر کرتا ہے۔ تعارض روایات کو دور کرتا ہے، اگر روایات میں الفاظِ فقہیہ ہوں تو مذاہب اَربعہ کو ذکر کرتا ہے اور ماھو الرجح عندہ کو بیان کرتا ہے، اگر کوئی راوی معروف بالکنیۃ ہے تو اس کا عَلَم ذِکر کرتا ہے، ان کے قبائل کو ذکر کرتا ہے، وجوہ استدلال کو ذکر کرتا ہے، اس میں مکررات بہت کم ہیں، اس کے آخر میں کتاب العلل ہے، چونکہ ترمذی میں منافع بہت زیادہ ہے اور اس کی ترتیب ابوابِ فقہیہ پر ہے، اس کے مصنف شافعی المسلک ہیں، علماء ہند حنفی ہیں، اس وجہ سے ان روایات پر جو مذہب حنفی کے خلاف ہیں مکمل بحث کرنی پڑتی ہے اور حدیث کو فقہی انداز سے پڑھانے کے لئے سنن ترمذی کے علاوہ اور کوئی کتاب نہیں، اس لئے سنن ترمذی کو بقیہ کتب صحاح پر فوقیت دی گئی ہے۔ (باقی آئندہ)